OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

مصارفِ زکوٰۃ کی عصری تطبیقات: مفسرین وفقہا کی آرا کے تناظر میں ایک مطالعہ

Contemporary Implementations of *Zakāt* Expenditures: A Study in the Context of the Opinions of Commentators and Jurists

Sanaullah Aeri
M.Phil. Scholar, Alhamd Islamic University Quetta
Dr. Muhammad Umar Faroq
Assistant Professor, Al-Qadir University Project Trust Jehlam
Tariq Iqbal
Lecturer Cadet College Kuhlo

Abstract

In this research, a discussion has been presented on the expenditures of *Zakāt* in the light of the opinions of *Mufassirīn* and *Fuqaha* in such a way that a review of modern issues related to expenditures has also been included in it. Since *Zakāt* is one of the most important pillars of Islam and is also an important source of individual and collective economic welfare of Muslims. Therefore, the need for its contemporary interpretation and explanation by making it a topic of discussion in every era will remain. In this discussion, it has been proved that the eight expenditures which are mentioned in the verse 61 of Surah *Tawbah*, no more can be added to these expenses in the light of the *Tafaseer*. Apart from this, the opinions of the ancient *Fuqaha* have been brought under discussion with the interpretation and analysis of Imam Razi, may God have mercy on him. Then, after describing each usage, its contemporary research has been presented and the important modern jurisprudential issues have been summarized in the discussion and it has been made comprehensive.

Key Words: *Zakāt*, Expenditures, Implications, *al-Rāzī*, Modern Issues

تمہید

زکوٰۃ اسلام میں نماز کے بعد دوسرا بنیادی رکن ہے اور ترتیب شرائع میں اس کی اہمیت بہت واضح ہے۔ قرآن حکیم میں 82 مقامات وہ ہیں، جہاں نماز اور زکوۃ کا ایک ساتھ ذکر آیا ہے۔ اسلامی نظام و معاشرت کے لیے زکوۃ کی اہمیت کا اندازہ تنہا اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب فتنوں کی یورش ہوئی تو میں منکرین زکوۃ سب سے بڑے چیلنج کے طور پر سامنے آئے۔ اس اس نازک ترین صورت حال میں خلیفہ وقت، امیر المومنین سید ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کمال جرات و بہادری سے اس عظیم عبادت کا انکار کرنے والوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا اور تلوار اس وقت تک نیام میں نہ ڈالی جب تک اس فتنے کی سرکوبی نہ کرلی۔ زکوۃ کا وجود اور اس کی ادائیگی اسلامی سلطنت کی معاشی و معاشرتی دونوں ضرورتوں کے لیے ناگزیر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوۃ کے جملہ مسائل کا عصری تقاضوں کی روشنی میں جائزہ لیا جانا ہمیشہ ضروری ہے۔

مصارف زکوۃ کا قرآنی تناظر

زکوۃ کے اہم مسائل میں سے ایک مسئلہ "مصارف زکوۃ" کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی تفصیل ذکر فرمائی ہے۔ سورہ توبہ کی آیت "اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ-فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ-وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ "[1](ترجمہ: صدقات تو دراصل حق ہے فقیروں کا، مسکینوں کا، اور ان اہلکاروں کا جو صدقات کی وصولی پر مقرر ہوتے ہیں، اور ان کا جن کی دلداری مقصود ہے، نیز انہیں غلاموں کے آزاد کرنے میں، اور قرض داروں کے قرضے ادا کرنے میں، اور اللہ کے راستے میں، اور مسافروں کی مدد میں خرچ کیا جائے۔ یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے! اور اللہ علم کا بھی مالک ہے اور حکمت کا بھی۔) یہ آشریت مبارکہ مصارف زکوۃ کے بیان میں حرف اول بھی ہے اور حرف آخر بھی، تاہم مصارف کی معاصر تشریح میں تبدیلی آنا ناگزیر ہے، لہذا عہد حاضر میں محققین نے اس پر تفصیل سے کلام کیا ہے کہ مصارف زکوۃ میں کس مصرف کا کیا مصداق ہوگا؟ اور کیا تمام مصارف اس زمانے میں بھی موجود ہیں یا ان میں کچھ بطور مصرف باقی نہیں رہے؟ نیز مختلف تشریحات کے ضمن میں کون سے مصارف نے اپنی ہیئت وحیثیت تبدیل کی ہے۔ اس مقالے میں ہم نے کوشش کی ہے کہ سب سے پہلے مصارف زکوۃ پر مشتمل سورہ توبہ کی مذکورہ آیت کی بنیادی تشریح سامنے لائی جائے۔ اس کے لیے ہم نے بے مثل محقق و مفسر حضرت امام رازی رحمہ اللہ کی تفسیر کا سہارا لیا ہے، تاکہ ان کے مزاج کے مطابق قدم وجدید مفسرین کی آراء کا ایک جامع خلاصہ بھی سامنے آجائے اور تشریح وتفسیر کا کوئی گوشہ تشنہ بھی نہ رہے۔

مصارف زکوۃ کی ضروری تفصیل

امام رازی رحمہ اللہ نے آیتِ مصارفِ زکوۃ کی تفسیر نہایت جامع، کامل اور فاضلانہ انداز میں فرمائی ہے، جسے ہم یہاں چند نکات کی صورت میں شامل مقالہ کرتے ہیں: سب سے پہلی بات جسے امام رازی رحمہ اللہ نے بحث کا حصہ بنایا، یہ ہے کہ کیا مستحقین زکوۃ صرف یہ آٹھ مصارف ہی ہیں یا اس سے زیادہ بھی ہوسکتے ہیں؟ اس کا جواب یہ دیا کہ تمام ائمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ زکوٰۃ کے مستحقین صرف وہی افراد ہیں جن کا اس آیت میں ذکر کردیا گیا ہے۔ کلمہ "انما" کی وضاحت کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ یہ کلمہ "ان" اور "ما" سے مرکب ہے۔ کلمہ "ان" اثبات کے لیے مستعمل ہے اور "ما" کا کلمہ نفی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ان دونوں کو ملا کر ذکر کرنے سے مقصود کلام میں حصر پیدا کرنا ہے۔ اسی وجہ کو بنیاد بنا کر (انما کا کلمہ حصر کے لیے آتا

ہے)ابن عباس ربا الفضل کو نہیں مانتے۔ اس لیے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "انما الربا فی النسیئۃ"2 پس اگر یہ کلمہ حصر کے لیے نہ ہوتا تو ابن عباس کبھی یہ نظریہ نہ رکھتے۔3 اس سے یہ بات سامنے آئی کہ مصارف زکوۃ ان آٹھ سے باہر نکل کر نہیں ہو سکتے۔ یہاں دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا زکوۃ کی ادائیگی کب مکمل سمجھی جائے گی، آیا جب اللہ تعالیٰ کے معین کردہ آٹھ کے آٹھ مصارف کو دی جائے یا پھر کسی ایک مصرف میں ہی دے دینے سے زکوۃ ادا سمجھی جائے گی؟ امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بارے میں فقہائے کرام میں اختلاف واقع ہوا ہے، جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے: امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر کسی ایک مصرف میں بھی زکوٰۃ تقسیم کر دی گئی تو فرض ادا ہو جائے گا۔ یہی موقف صحابہ میں سے حضرت عمر، حذیفہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اسی طرح سعید بن جبیر، ابو العالیہ اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی موقف ہے۔ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ آٹھوں مصارف پر زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنا ضروری ہے۔ یہی موقف عکرمہ، ابن زہری اور عمر بن عبد العزیز کا بھی ہے۔ اور ان حضرات کا یہ بھی کہنا ہے کہ کہ ہر صنف میں سے کم از کم تین بندوں کو زکوٰۃ دینا ضروری ہے۔ اس لیے کہ جمع کا کم از کم عدد تین ہے۔ اسی طرح ان تمام اصناف کے مابین انصاف کرنا بھی ضروری ہے۔ یعنی اگر آپ کو آٹھ مصارف میں سے پانچ قسمیں ہی ملی ہیں اور آپ نے دس درہم زکوٰۃ میں ادا کرنے ہیں تو ان دس درہم کے پانچ حصے کریں اور ہر ایک مصرف میں تقسیم کر دیں، جو کہ فی صنف دو درہم بنتے ہیں۔ مزید یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک تفاضل جائز نہیں اور برابری بھی کوئی ضروری نہیں۔ لہذا اگر آپ نے دو درہم دینے ہیں تو ایک فقیر کو ایک درہم، دوسرے کو آدھا، تیسرے کو چھٹا حصہ دیں گے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک تقسیم کا یہ طریقہ ہے۔ امام رازیؒ اس اختلاف کے بعد بیان کرتے ہیں کہ اس آیت میں امام شافعیؒ کے موقف کے دلائل نہیں ملتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں کل آٹھ مصارف بیان کیے ہیں، لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ کسی ایک متعین مالدار فرد کے مال میں ان آٹھ کا ایک مشت حصہ ہے۔ نقلی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انفال میں فرمایا ہے: " واعلموا انما غنمتم من شئ فان لله خمسه وللرسول۔۔۔الخ"[4] اس آیت میں مصارف غنیمت کی پانچ اصناف بیان کی ہیں لیکن اس کا کوئی قائل نہیں ہے کہ ان میں سے ہر ایک صنف کو غنیمت کے ہر جزء میں سے ایک حصہ ملے گا، بلکہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں صرف ان تمام مصارف کو بیان کرنا ہے جن کو مال غنیمت میں سے حصہ دیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح مصارف زکوۃ کو بیان کرنے کا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہاں آٹھ اصناف کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے یہ بتانا مقصود نہیں کہ ان میں سے ہر ایک صنف کو دینا ضروری ہے۔ عقلی دلیل یہ ہے کہ کسی مجموعے پر اگر حکم کو متفرع کیا جائے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ اس مجموعے کے ہر جزء کو یہ حکم شامل ہے۔ لہذا ہمارا موقف ہی راجح ہے اور اس کی کئی وجوہات ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ اگر ایک شخص پر آدھا درہم زکوۃ واجب ہے اور آپ اس کو اس بات کا پابند بناتے ہیں کہ آٹھوں مصارف میں یہ آدھا درہم تقسیم کرو تو اس کے چوبیس حصہ بنانے ہوں جو کہ ہر مستحق کے حصے میں قلیل مقدار میں ہی جائے گا۔ جس کا اس کو کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر کسی موقع پر کئی احتمال ہوں تو وہاں بہتر یہی ہوتا ہے کہ اکابر صحابہ کے عمل کی پیروی کی جائے۔ اور اکابر صحابہ کا وہی عمل تھا جس پر ہم عمل پیرا ہیں۔5

مصارفِ زکوۃ کی عصری تطبیق

ا۔۲: زکوۃ کا پہلا مصرف "فقراء" اور دوسرا "مساکین": فقراء اور مساکین کے مابین فرق اور فرق کی وجوہات بھی ایک معرکۃ الآراء اور بحث ہے۔ امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ یہ دونوں ایسی اصناف ہیں جن میں ہر ایک اپنی ضروریات کے پورا کرنے میں

محتاج ہوتا ہے۔ البتہ کس کی احتیاجی زیادہ ہے اور کس کی کم ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ فقیر زیادہ محتاج ہوتا ہے، امام شافعی کی یہی رائے ہے۔ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مسکین زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کی یہی رائے ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں۔ امام ابو یوسف اور احمد علی الجبائی کی یہی رائے ہے۔ اس اختلاف کا فائدہ بیان کرتے ہوئے امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اس طرح وصیت کی کہ میرا مال فلاں شخص، فقراء اور مساکین کے لیے ہے۔ تو جن حضرات نے ان میں فرق کیا ہے ان کے نزدیک فلاں کو ایک تہائی ملے گا اور جو کہتے ہیں کہ دونوں ایک ہی ہیں ان کے نزدیک فلاں کو نصف ملے گا۔ امام شافعیؒ فقیر اور مسکین کے معنٰی میں بیان کیے گئے فرق کی کئی وجوہات بیان کرتے ہیں۔ جن میں چند ایک یہ ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مصارف بیان کرنے میں اصل مقصد ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنا ہے۔ اس لیے جس کی ضرورت زیادہ ہوگی اس کے بیان میں بھی ترجیح ہوگی۔ لہذا قرآن میں جس کو پہلے بیان کیا گیا ہے اس کی اہمیت دیگر اصناف کی بہ نسبت زیادہ ہے۔ جیسا کہ اگر فضیلت بیان کی جارہی ہو تو پہلے اسی کو ذکر کیا جاتا ہے جو زیادہ افضل ہو۔ کہا جاتا ہے ابو بکر و عمر و عثمان و علی۔ اور جو کوئی عثمان کو علی پر ترجیح دیتا ہے وہ علی و عثمان کی ترتیب رکھتا ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ "فقر" سے پناہ مانگا کرتے تھے: "کاد الفقر ان یکون کفرا"6 جب کے اس مقابلے میں ایک اور حدیث ہے جس میں آپ ﷺ کی ایک دعا کا ذکر ہے کہ "اللھم احینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی مسکینا واحشرنی فی زمرۃ المساکین"7 ان دونوں حدیثوں کو سامنے رکھتے ہوئے یہ بات بخوبی سمجھی جاسکتی ہے کہ فقیر کی حاجت مسکین کی حاجت سے زیادہ ہے، اس لیے آپ ﷺ نے "فقر" سے پناہ مانگی ہے۔ اگر فقر اور مسکین کے معنٰی کی اس کے برعکس تشریح کی جائے جو ہم نے کی ہے تو دونوں حدیثوں میں تناقض آتا ہے جو کہ ممکن نہیں۔ اسی طرح ایک وجہ یہ ہے کہ جس کے پاس کچھ مال ہو پھر بھی اس کو مسکین کہا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ سورہ کہف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اما السفینۃ فکانت لمساکین"[8] اس آیت میں مسکنت کو ایسے لوگوں کے لیے ثابت کیا گیا ہے جو کہ کشتی کے مالک تھے۔ جس سے معلوم ہوا کہ مسکنت مال کے منافی نہیں۔ جبکہ اس کے مقابلے میں قرآن میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ کسی ایسے شخص کو فقیر کہا گیا ہو جس کے پاس مال ہو۔ اسی طرح ایک وجہ یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت معاذ کو جب یمن کی طرف سفیر بنا کر بھیجا تو ان سے فرمایا: "خذھا من اغنیاھم وردھا علی فقرائھم"9 اگر مسکین کی حاجت فقیر کی بہ نسبت زیادہ ہوتی تو اس کا ذکر کیا جاتا نہ کے فقیر کو۔10

جدید فقہی مسئلہ

فقرا اور مساکین کے مصداق کی وضاحت ماقبل میں عمدگی کے ساتھ ہوگئی، تاہم ایک اہم مسئلے کا ذکر کرنا یہاں ضروری ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص صاحب نصاب نہ ہونے کی وجہ سے کس حالت میں فقیر یا مسکین کہلائے گا۔ مثال کے طور پر کوئی شخص روپے، مال تجارت اور سونا چاندی کے نامکمل نصاب میں چاندی کے نصاب چھ سو بارہ گرام چاندی کی قیمت کا اعتبار ہوگا یا سونے کے نصاب میں ساڑھے ستاسی گرام سونے کا؟ اس حوالے سے تعامل یہ ہے کہ پاک و ہند کے علمائے کرام نے چاندی کے نصاب کو معیار مانا ہے، جبکہ عرب علما و فقہا نے سونے کے نصاب کو معیار بنایا ہے۔ اس کی وجہ ان کی نظر میں یہ ہے کہ کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک نہایت محتاج شخص بھی جسے عام حالات میں فقیر یا مسکین کہنا چاہیے، صاحب نصاب بن جاتا ہے۔ تو کیا یہ ممکن ہے کہ عرب علما کی طرح پاک و ہند میں بھی ایک اجتماعی فتوے کے ذریعے سونے کو نصاب کا معیار بنا لیا جائے۔ اس تناظر میں

پاکستان میں تو فی الحال اس پر زیادہ بحث نہیں چلی، تاہم ہندوستان کے علمائے کرام کا بڑی حد تک رجحان اسی جانب ہے کہ سونے کے نصاب کو معیار بنادیا جائے۔[11] مقالہ نگاران کا رجحان بھی اسی رائے کے حق میں ہے۔

تیسرا مصرف، عاملین زکوۃ: قرآن کریم نے مصارف کی تیسری قسم "عاملین علیھا" ارشاد فرمائی ہے۔ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو مالداروں سے صدقات وخیرات وصول کرنے پر مامور ہوتے ہیں۔ان لوگوں کو ان کے کام کی بدولت صدقات میں سے حصہ دیا جائے گا۔امام شافعیؒ کا یہی موقف ہے۔اور یہی عبد اللہ بن عمر اور ابن زید کی بھی رائے ہے۔امام مجاہد اور ضحاک کا کہنا یہ ہے کہ ان کو صدقات میں سے آٹھواں حصہ دیا جائے گا۔البتہ کوئی ہاشمی یا مطلبی زکوۃ کی وصولی کا عامل نہیں بن سکتا۔اس لیے کہ آپ ﷺ نے ابو رافع کو عامل بننے سے روک دیا تھا۔12

جدید فقہی مسئلہ

تیسرے مصرف "عاملین زکوۃ" کا اصل مصداق تو وہ لوگ ہوتے تھے جو اسلامی حکومتوں کی جانب سے زکوۃ کی وصولی کے لیے مقرر کیے جاتے تھے اور وہ مختلف علاقوں میں جا کر خلافت اسلامی کی نمائندگی میں زکوۃ وصولی کا کام انجام دیتے تھے۔ان کے حوالے سے بھی یہ بات طے تھی کہ انہیں اموال زکوۃ میں سے بطور حق الخدمت معاوضہ ادا کیا جاتا تھا۔ان کا زکوۃ کا مصرف بننا بھی فقرا و مساکین یا عام مستحقین کی طرح نہیں تھا، بلکہ وہ اپنا طے شدہ معاوضہ اس میں سے وصول کرتے تھے۔آج چونکہ قدیم تصور کے مطابق اسلامی حکومت، خلافت یا بیت المال وغیرہ قائم نہیں ہیں، اس لیے "عاملین زکوۃ" کے اصلی مصداق کے برعکس آج بھی جو لوگ زکوۃ کی وصولی یا جمع کے کام پر مامور ہوں، ان کا مصرفِ زکوۃ بننے کا مطلب وہی سابقہ رہے گا۔یعنی وہ بطور اجیر اپنی اجرت زکوۃ کی رقم سے طے شدہ طریقہ کار کے مطابق وصول کرسکیں گے۔اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آئی کہ ایسے شخص کا اپنی ناداری کی وجہ سے مستحق زکوۃ ہونا ضروری نہیں، بلکہ اس کام پر مامور ہونا ہی اس کو اپنے معاوضے کا حق دار بنا دے گا۔

۴۔**چوتھی قسم قرآن نے "المؤلفۃ قلوبھم"**: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ محترم لوگ ہیں جن کو آپ ﷺ نے حنین کے موقع پر کچھ مال دیا تھا اور یہ پندرہ لوگ تھے۔ان میں سے ہر ایک کو آپ ﷺ نے اسلام کی طرف راغب کرنے کے لیے سو اونٹ دیے تھے۔البتہ عبد الرحمان بن یربوع کو پچاس اونٹ اور حکیم بن حزام کو ستر عطا کیے۔اس واقعے کو تفصیل سے ذکر کرنے کے بعد امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ واقعے کا اس آیت سے بظاہر کوئی تعلق نہیں ہے۔میں نہیں جانتا کہ ابن عباس نے کس وجہ سے اس واقعے کو اس آیت کے تحت ذکر کیا ہے۔عین ممکن ہے کہ ابن عباس کی رائے یہ ہو کو کسی حد تک تالیف قلب کے لیے مال دینا جائز ہے اور اسی کو ثابت کرنے کے لیے یہ واقعہ نقل کیا ہو۔واحدی کی رائے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے مشرکین کی تالیف سے بے نیاز کر دیا ہے، لہٰذا امام یہ تو کر سکتا ہے کہ کسی مسلمان قوم کی مدد کے لیے زکوٰۃ کے مال میں سے ان کو کچھ دے دے، لیکن کافر قوم کو اگر دینا بھی ہو تو مال فئ سے دے سکتا ہے، زکوٰۃ کے مال سے نہیں دے گا۔امام رازیؒ اس کا جواب دیتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ واحدی نے جو رائے پیش کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان لوگوں (جو ابن عباس کی روایت میں اوپر بیان ہوا ہے) کو زکوٰۃ کی مد میں سے مال دیا تھا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مطلقاً مؤلفہ قلوب کا ذکر کیا ہے۔مسلم اور مشرک کا کوئی فرق ذکر نہیں کیا۔اس لیے صحیح یہی ہے کہ زکوٰۃ کا یہ مصرف اب بھی باقی ہے، منسوخ نہیں ہے۔13

جدید فقہی مسئلہ

"مولفۃ القلوب": یہ فی زمانہ مصرف زکوۃ کے طور پر باقی ہیں یا نہیں؟ یہ ایک بحث ہے، جس میں دو رائے ہو سکتی ہے۔ اوپر امام رازی رحمہ اللہ کی مدلل رائے ذکر کی گئی، تاہم اس زمانے میں تمام اسلامی ممالک میں نو مسلموں کا مسئلہ بہر حال موجود ہے۔ ان نو مسلموں پر توجہ دینا اور ان کے مسائل کو زکوۃ کی مدد سے حل کرنا ضروری ہے۔ اس تناظر میں یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ اگر زکوۃ کو مختلف مصارف میں خرچ کرنا مقصود ہو تو پھر کم از کم یہ ہے کہ نو مسلموں کو ترجیحاً دی جائے، کیونکہ ایک سماجی روایت ہے کہ کوئی بھی شخص اپنا مذہب، مثلاً قادیانیت، ہندومت، اسماعیلی وغیرہ تبدیل کرلے تو کمیونٹی تو اسے اپنے ہاں سے نکال باہر کرنا ضروری سمجھتی ہے۔ اس سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوتی ہے یہ ان کے خاندان بھی ایسے شخص کو بے یار و مددگار چھوڑ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے بہت اہل اسلام کو چاہیے کہ ایک ایسا کلچر پیدا کریں کہ کوئی بھی شخص اپنے جھوٹے مذہب پر دو حرف بھیج کر اسلام کی ٹھنڈی چھاوں میں آنا چاہے تو وہ بلا تکلف آ سکے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ خدانخواستہ وہ حالات و واقعات سے تنگ آکر واپس انہی اندھیروں میں لوٹ جائیں۔

۵۔ پانچواں مصرف "وفی الرقاب": اس صنف سے متعلق امام رازیؒ نے مختلف اقوال نقل کیے ہیں۔ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ رقاب سے مراد مکاتب غلام ہیں کہ ان کی آزادی کے لیے زکوۃ کی مد میں سے مال دیا جاسکتا ہے۔ ان کی دلیل ابن عباس کی تفسیر ہے جو انہوں نے اس آیت کے تحت کی ہے۔ اور اسی طرح اپنے موقف کی تائید میں یہ آیت بھی پیش کی ہے: "واٰتوھم من مال اللہ الذی اٰتاکم"[14]۔ امام مالک، احمد اور اسحاق بن راہویہ کے نزدیک اس کا مفہوم یہ ہے کہ زکوٰۃ کے مال سے غلام خرید کر آزاد کیے جائیں۔ امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، سعید بن جبیر اور امام نخعی کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد یہ نہیں کہ زکوٰۃ کا مال دے کر غلام آزاد کروایا جائے، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی غلام کی مالی مدد کی جائے اور اس کو مکاتب بنایا جائے۔ اس لیے کہ اس مصرف میں اللہ تعالیٰ نے "فی" کا لفظ استعمال کیا ہے جو اس بات کے منافی ہے کہ اس سے کامل غلام مراد لیا جائے۔15

جدید فقہی مسئلہ

یہ بات تو ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ غلامی کی وہ صورت جو کبھی پائی جاتی تھی کہ ایک انسان دوسرے انسان کا زرخرید غلام یا باندی ہو سکتا تھا، وہ اب نہیں پائی جاتی، لیکن اس سے ملتی جلتی صورت آج بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ بہت سے لوگ چھوٹے چھوٹے جرائم کی وجہ سے جیلوں میں پڑے گل سڑ رہے ہیں۔ اگر کوئی ان کی مدد کر دے تو وہ خلاصی پا کر ایک باعزت زندگی کے مالک بن سکتے ہیں۔ ضرورت ہے کہ جیل خانہ جات سے تحقیق کرنے کے بعد ایسے غریب لوگوں کی مدد کی جائے اور انہیں رہا ہو کر باعزت زندگی گزارنے کے قابل بنایا جائے۔ اگر زکوۃ کے ذریعے یہ مدد ممکن ہو تو وہ کی جائے، ورنہ عطیات کے ذریعے اس منصوبے پر عمل کیا جائے۔ اس حوالے سے یہ بات ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ اگر ایک ادارتی سیٹ اپ بنا کر یہ اہم ذمہ داری سرانجام دینے کی کوشش کی جائے گی تو زیادہ بہتر ہو گا اور آسان رہے گا۔ اس قسم کے لوگوں میں ایک بڑی تعداد ان کی بھی ہوتی ہے کہ جو بیرون ملک تلاش رزق میں جاتے ہیں تو قانون کی معمولی خلاف ورزیوں کی وجہ سے جیل میں ڈال دیے جاتے ہیں۔

۶۔ چھٹی قسم قرآن نے "غارمین" بیان کی ہے۔ اس سے مراد مدیون ہیں۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ اس سے مراد صرف وہ دَین ہیں جو کسی ضروری خرچہ کے پورا کرنے میں انسان کے ذمہ لازم ہوئے ہوں یا کسی مصلحت کے پیش نظر اس پر لازم ہوئے ہوں۔ مصلحت کی مثال، جیسا کہ کسی کی دیت دینی ہو اور عاقلہ کے پاس اتنا مال نہ ہو کہ وہ دیت ادا کر سکیں تو زکوٰۃ کے مد میں ان کو مال دیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ آپ ﷺ سے یہ ثابت ہے کہ کہ جب آپ ﷺ نے جنین کی دیت واجب کرتے ہوئے عاقلہ پر غرہ واجب کیا تو انہوں نے دینے سے معذرت کی ہمارے پاس اتنا مال نہیں ہے۔ تو آپ ﷺ نے بیت المال کے ذمہ دار کو کہا کہ "ان کی مسلمانوں کے صدقات کے ذریعے مدد کرو"۔ مزید یہ کہ دَین سے مراد وہ دَین نہیں ہے جو کسی معصیت یا گناہ کی وجہ سے انسان پر لازم ہوا ہو۔ اگر ایسا ہو تو اس کی ادائیگی کے لیے صدقات کے مال سے مبتلیٰ بہ کی مدد نہیں کر سکتے۔16

۷۔ ساتواں مصرف قرآن کریم نے "وفی سبیل اللہ": اس کی تشریح میں امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ مفسرین کے نزدیک اس سے مراد غازی ہیں۔ امام شافعیؒ کی رائے یہ ہے کہ غازی اگرچہ مالدار بھی ہو پھر بھی اس کو زکوٰۃ کی مد میں مال دیا جاسکتا ہے۔ اور یہی رائے امام مالک، اسحاق اور ابو عبید کی ہے۔ جب کہ امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ اگر ضرورت مند ہو تو دے سکتے ہیں وگرنہ نہیں۔ امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ "فی سبیل اللہ" کا لفظ عام ہے صرف غازیوں کو اس سے مراد لینا محل نظر ہے۔ اسی لیے بعض مفسرین نے اس کو عام ہی رکھا ہے اور وہ فرماتے ہیں کہ اس مصرف کے تحت ہر انسان کو زکوٰۃ کا مال دیا جاسکتا ہے جو خیر کے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مردے کی تجہیز و تکفین، مساجد کی تعمیر، مسافر خانہ وغیرہ بنانا۔17

جدید فقہی مسئلہ

امام رازی کی یہ رائے کہ فی سبیل اللہ میں خیر کے مختلف منصوبوں کو شامل کیا جاسکتا ہے، یہ مفتی بہ قول نہیں ہے، کیونکہ اگر اس سے مراد مختلف رفاہی و فلاحی کام لے لیے جائیں تو پھر مصارف کا صرف آٹھ میں انحصار باقی نہیں رہے گا، جبکہ لفظ "انما" کا تقاضا کچھ اور ہے۔[18]

۸۔ آٹھواں اور آخری مصرف "ابن السبیل": امام شافعیؒ کے بقول اس سے مراد وہ افراد مراد ہیں جو کسی معصیت کے سفر کے لیے نہیں نکلتے۔ اس لیے کہ ان کو مال دینا معصیت میں ان کا مددگار بننا ہے جو کہ جائز نہیں ہے۔ اپنے اصحاب کی رائے بیان کرتے ہوئے امام رازیؒ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی علاقے سے دوسری جگہ جانا چاہتا ہے تو اس کو بھی اس مد میں مال دے سکتے ہیں۔19 اس زمانے میں لوگ کبھی کسی دوسرے ملک میں گئے ہوتے ہیں، مثلاً: حج، عمرہ یا سیاحت وغیرہ کے لیے اور وہاں کسی حادثے کی وجہ سے نانِ جویں کے محتاج ہو کر رہ جاتے ہیں تو انہیں بھی فی سبیل اللہ کے زمرے میں شامل کر کے زکوۃ کی رقم دی جاسکتی ہے۔[20]

جدید فقہی مسئلہ

مسافر سے مراد وہی شخص ہے کہ جس کے پاس حالت سفر میں اتنی رقم بھی باقی نہ رہے کہ وہ گھر واپس جاسکے، لیکن آج کے زمانے میں رابطے کے ذرائع بہت بڑھ جانے سے گھر رابطہ کرنا یا اپنے خاندان اور دوستوں کی کڑی صورت حال سے آگاہ کرنا کچھ مشکل نہیں رہا، لہذا اگر کوئی اس کے باوجود استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ حسبِ آیتِ مبارکہ مستحق زکوۃ ٹھہرے گا۔

آیتِ مصارفِ زکوۃ سے ثابت شدہ احکام و مسائل

قرآن پاک کی اس اہم اور معرکۃ الآراء آیت مبارکہ سے چند احکام درج ذیل طور پر مفسر رازی نے مستنبط کیے ہیں: 21

پہلا حکم: تمام ائمہ کا اس بات پر تو اتفاق ہے کہ اس آیت میں جن صدقات کی بات ہو رہی ہے اس میں واجب صدقات شامل ہیں۔ اس لیے کہ واجبی زکوٰۃ کو صدقہ کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "خذ من اموالھم صدقۃ"[22] اور آپ ﷺ کا فرمان ہے۔ "لیس فیما دون خمسۃ اوسق صدقۃ "23 البتہ اس میں نفلی صدقات شامل ہیں یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ اس میں نفلی صدقات بھی شامل ہیں، اس لیے کہ صدقات سے مراد نفلی صدقات لیے جاتے ہیں اب جب اس میں واجب صدقات شامل کیے ہیں تو نفلی صدقات کو منہا کرنے کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ البتہ امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ صحیح رائے یہ ہے کہ اس سے مراد واجب زکوٰۃ ہے۔

دوسرا حکم: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک مصرف زکوٰۃ کے عاملین بتائے ہیں جس سے یہ اخذ کیا جاتا ہے کہ زکوٰۃ کی وصولی کے لیے عاملین مقرر کیے جائیں گے جو امام کی جانب سے زکوٰۃ وصول کریں گے۔ اسی طرح یہ بھی اخذ کیا جاتا ہے کہ امام ہی وہ شخص ہے جو زکوٰۃ وصول کرنے کا حقدار ہے۔ اس کی دلیل وہ آیت بھی ہے جو اسی سورت میں زکوٰۃ کے باب میں بیان ہوئی ہے "خذ من اموالھم صدقۃ"۔ البتہ امام مالکؒ نے جو یہ کہا ہے کہ اموال باطنہ کی زکوٰۃ ہر انسان خود بھی ادا کر سکتا ہے اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے کہ انہوں نے قرآن کی اس آیت "وفی اموالھم حق للسائل والمحروم "[24] سے استدلال کیا ہو کہ جب مالداروں کے مال میں غرباء کا حق ہے تو یہ ضروری ہے کہ ان کو پہلے دیا جائے۔

تیسرا حکم: اس بات میں ائمہ کرام کا اتفاق ہے کہ عاملین کو زکوٰۃ کے مال میں سے مال دیا جا سکتا ہے۔ البتہ کیا امام کو اس مد میں مال دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ دے سکتے ہیں، اس لیے کہ عامل کو مالدار کے مال لینے کی جو قدرت حاصل ہوئی ہے وہ امام کی وجہ سے ہی ہوئی ہے۔ لہذا عامل درحقیقت امام ہی ہے۔ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ آیت نے صرف آٹھ مصارف کو بیان کیا ہے، اس لئے صرف انہی کو دیا جائے گا امام اس میں شامل نہیں ہے۔

چوتھا حکم: عامل اگر مالدار ہو تو کیا وہ زکوٰۃ کی مد میں دیئے گئے مال سے لے سکتا ہے یا نہیں؟ حسن بصری کی رائے یہ ہے کہ اگر محتاج ہو تب لے سکتا ہے ورنہ نہیں۔ البتہ دوسرے لوگوں کی رائے یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنے کام کی اجرت لے رہا ہے اس لیے چاہے مالدار ہو یا محتاج ہو دونوں صورتوں میں لے سکتا ہے۔ اسی طرح بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ عامل کا زکوٰۃ کے مال میں آٹھواں حصہ ہے اس لیے کہ قرآن نے آٹھ مصارف بیان کیے ہیں۔ جب کہ صحیح رائے یہ ہے کہ اپنے کام اور محنت کے بقدر اس کو اس کا حصہ دیا جائے گا۔

پانچواں حکم: ماقبل اختلاف بیان ہو چکا ہے کہ کیا آٹھ مصارف میں مال تقسیم کرنا ضروری ہے یا بعض کا انتخاب کر کے ان کو بھی دے سکتے ہیں۔ البتہ یہاں ایک اور مسئلہ ہے جس پر سب کا اتفاق ہے کہ صرف عامل کو زکوٰۃ کا سارا مال دے دینا جائز نہیں ہے۔

چھٹا حکم: عامل اور مؤلفہ قلوب چونکہ اس زمانے میں نہیں ہیں اس لیے بقیہ چھ مصارف میں زکوٰۃ تقسیم کی جائے گی جیسا کہ امام شافعیؒ کی رائے ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ البتہ اگر ایسا نہ بھی کیا جائے تو جائز ہے۔ دلائل بیان ہو چکے ہیں۔

ساتواں حکم: قرآن کریم میں فقراء اور مساکین کو عام رکھا گیا ہے اس میں مسلمان یا کافر کا فرق نہیں کیا گیا۔ البتہ سنت اور دیگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسلمان فقراء اور مساکین ہی ہیں۔

اہم نکتہ

اس آیت میں ایک جملہ "ان صلوتک سکن لھم" ہے۔ اس کی تفسیر کرتے ہوئے امام رازیؒ نے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں مانعین زکوۃ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے اسی جملہ کو متدل بناتے ہوئے یہ کہا تھا کہ چونکہ آپ ﷺ کو یہ تعلیم دی گئی تھی کہ آپ ﷺ ان سے زکوۃ وصول کرتے وقت ان پر صلاۃ پڑھیں تاکہ یہ صلاۃ ان کے لیے باعث سکون ہو۔ اب چونکہ آپ ﷺ اس دنیا میں نہیں ہیں اس لیے زکوۃ واجب نہیں ہے، لیکن یہ استدلال انتہائی ضعیف ہے کیونکہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ زکوٰۃ کا مقصد فقراء کی ضرورت اور حاجت پورا کرنا ہے جو ظاہر ہے ہر زمانے میں باقی ہے۔25 صلاۃ کے معنٰی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے امام رازیؒ بیان کرتے ہیں کہ صلاۃ کا لغوی معنی دعا ہے۔ البتہ عرف میں اس کا استعمال آپ ﷺ پر درود و سلام کے لیے ہوتا ہے۔ اس لیے مفسرین کے مابین اختلاف ہے کہ آیت میں اس کا کیا معنی ہے؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے یہ ہے کہ اس کا مطلب ہے: ان کے لیے آپ دعا کریں۔ امام شافعیؒ کہتے ہیں کہ جب امام صدقات وصول کرے تو ان کو دعا دے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر دے اور بقیہ مال میں برکت پیدا کرے۔ ابن عباس کی رائے یہ ہے کہ صلاۃ کا استعمال صرف آپ ﷺ کے لیے ہی کیا جا سکتا ہے۔26 اس سے ہم جدید تناظر میں یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ زکوۃ کی حفاظت کرنا ہر دور کے اہل علم اور ارباب حل و عقد کی ذمہ داری رہے گی۔ اس سے ایسی غفلت برتنا کہ لوگ زکوۃ کے معاملے کاہلی سے کام لینے لگیں اور سو فیصد ادائیگی یقینی نہ بنائی جارہی ہو، ایک اسلامی مملکت و معاشرت میں اس کی گنجائش نہیں ہونی چاہیے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زکوۃ سوسائٹی میں معاشی توازن کی ضمانت ہے۔ جب تک لوگ اپنی زکوۃ نکالتے رہیں گے، معاشرۃ بے بسی، ناداری، کس مپرسی اور محتاجی سے بچا رہے گا اور اسی کے نتیجے میں وہ ایک پرامن اور خوش حال معاشرہ ہو گا۔

خلاصہ بحث و نتائج تحقیق:

1۔ تحقیق بالا میں زکوۃ کے مصارف پر مفسرین و فقہاء کی آراء کی روشنی میں ایک بحث اس طور پر پیش کی گئی ہے کہ مصارف سے متعلق جدید مسائل کا ایک جامع جائزہ اس میں آ گیا ہے۔

2۔ چونکہ زکوۃ اسلام کا ایک اہم ترین رکن ہے اور مسلمانوں کی انفرادی و اجتماعی معاشی فلاح کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔ اس لیے ہر زمانے میں اس کو موضوع بحث بنا کر اس کی معاصر تشریح و توضیح کی ضرورت باقی رہے گی۔

3۔ اس بحث میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سورۃ توبہ کی آیت 61 میں جن آٹھ مصارف کا ذکر کیا گیا ہے، تشریحات کی روشنی میں ان مصارف میں مزید کوئی اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔

4۔ ہر ایک مصرف کے ذیل میں قدیم فقہاء کی آراء امام رازی رحمہ اللہ کی تشریح و تجزیے کے ساتھ زیر بحث لائی گئی ہیں۔

5۔ چونکہ چاندی کو معیار نصاب کی صورت میں بہت سے فقراء و مساکین بھی صاحب نصاب ٹھہرتے ہیں اور انہیں شدید ضرورت کے باوجود زکوۃ نکالنا پڑتی ہے، اس تناظر میں علمائے کرام کے درمیان یہ بحث چل رہی ہے کہ ایک اجتماعی فتوے کے ذریعے سونے کو نصاب کا معیار بنالیا جائے۔ مقالہ نگاران کا رجحان بھی اسی رائے کے حق میں ہے۔

6۔ "عاملین زکوۃ، مولفۃ القلوب اور غلام آزاد کرنا" یہ تین مصارف ایسے ہیں، جو اپنے حقیقی مصداق کے ساتھ اس زمانے میں نہیں پائے جاتے۔ تاہم عاملین زکوۃ بوجہ اجیر اور ملازم ہونے کے اپنی طے شدہ تنخواہ وصول کریں گے، مولفۃ القلوب کے تناظر میں نو مسلموں کی دیکھ بھال شامل کی جائے گی، جبکہ غلام آزاد کرنے کو جیلوں میں پڑے بے گناہ قیدیوں کو چھڑانے کے حوالے سے دیکھا جائے گا۔

7۔ راجح تحقیق کے مطابق آیت مصارف زکوۃ کے مصداق میں عام نفلی صدقات شامل نہیں ہیں۔

8۔ قرآن کریم میں فقراء ومساکین کو عام رکھا گیا ہے، خواہ مسلمان ہوں یا یا کافر، تاہم احادیث طیبہ سے ثابت واضح ہوتا ہے کہ اس سے مراد مسلمان فقراء ومساکین ہیں۔

9۔ زکوۃ ہر زمانے میں واجب رہنے والا ایک عمل ہے، جو کہ مسلمانوں کی معاشی ومعاشرتی فلاح وبہبود کا ضامن ہے۔ اگر اس پر ہمیشہ درست طور پر عمل کیا جاتا رہے تو معاشرے میں غربت خود غریب ہو کر رہ جائے۔ اسلام کے نظام معیشت کی یہ ایسی خصوصیت ہے، جس کا کوئی نعم البدل کسی اور مذہب یا تہذیب کے پاس بالکل نہیں۔

References

[1] Al-Tawba: 60.
[2]Muslim, *Sahih Muslim*, Hadith no:1596 .
[3] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:107.
[4] Al-Anfāl: 41
[5] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:108.
[6] Muhmmad Ibn Abdullh Al-Tabraizī, *Mishkāt al-Masābīh*, Hadith no:5051.
[7] Al-Tirmadhī, *Al-Sunan*, Hadtih no:2352.
[8] Al-Kahaf: 79.
[9] Muhammad Ibn Ismail al-Bukhārī, *Al-Jām' al-Saḥīḥ*, Hadith no: 4347.
[10] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:109-112.
[11] https://www.madarisweb.com/ur/articles/3951
[12] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:113.
[13] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:113-114.
[14] Al-Noor: 33.
[15] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 114-115.
[16] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 115.
[17] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:115.
[18] http://alsharia.org/2006/oct/masarif-zakat-abdul-hai-abru
[19] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:116
[20] https://www.minhajbooks.com/urdu/book/Masail-e-Zakat/read/txt/btid/2504/
[21] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:116-118
[22] Al-Tawba: 103.
[23] al-Bukhārī, *Al-Jām' al-Saḥīḥ*, Hadith no: 1405.
[24] Al-Zāriāt: 19.
[25] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:184.
[26] Al-Rāzi, *Mafātīh al-Ghaib*, 16:184-185.